OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

تشبہ بالکفار: فقہی قواعد کا عصری انطباق

Imitation of Non-Muslims: A Current Implication of Legal Maxims

Dr. Hafiz Muhammad Saleem Awan
Associate Professor of Islamic Studies, Emerson University, Multan
Allah Ditta
Doctoral Candidate Islamic Studies, Bahaudin Zakariya University, Multan
Rukhshinda Jabeen
Doctoral Candidate Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan

Abstract

Imitation of non-Muslims has ever been the important issue since the fall of Muslim civilization and rise of Western civilization. Islam being a complete code of life always offers complete guidance to its followers so is the case with this issue too. The Islamic Jurists derive legal guidance from the Quran and Sunnah in shape of rulings and designate it as Legal Maxims. These legal maxims cover all aspects of human life in general and at a larger scale. This study is focused about imitation of non-Muslims in daily life and its status according to legal maxims whether imitation of infidels is permissible or not. If not, then what is status of it, prohibited or undesirable. These legal maxims were described centuries ago, but these legal maxims cover the current era too. This study has been focused to examine these issues of imitation in the light of these legal maxims and endeavored to define solutions of these issues. This study will provide consciousness among Muslims and provoke willingness to follow the basic rulings of Quran and Sunnah.

Key Words: Legal Maxims, Imitation of Infidels, Muslims, West, Islam

CC BY

تمہید

تشبہ بالکفار ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس نے عصر حاضر میں پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور مسلم امہ اپنے فکری، عملی، اخلاقی و معاشی زوال کی وجہ سے استعماری قوتوں کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے مسلم امہ کی اکثریت ان استعماری قوتوں کی مشابہت کو پسند کرتی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مسلم اور کافر کا فرق کرنا بظاہر بہت مشکل امر ہو چکا ہے۔ ضرورت و احتیاج اس امر کی ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں غور وخوص کیا جائے اور شریعت مطہرہ سے ان کے احکامات معلوم کر کے ان کے مفاسد و عیوب اور حلت و حرمت کو واضح کیا جائے تاکہ مسلم امہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کر سکے۔ تشبہ بالکفار کی بحث کا استخراج عمومی طور قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے کیوں کہ قرآن و سنت فقہ اسلامی کے بنیادی ماخذات میں سے ہیں اور شریعت اسلامیہ کا مدار انہی دونوں نقلی دلائل پر ہیں۔ فقہاء اسلام نے اپنی عمریں صرف کر کے ان دلائل کی مدد سے فقہی قواعد کا استنباط کیا ہے جن کی حیثیت فقہ میں اصول و بنیاد اور اساس و کلیہ کی ہے۔ پیش آمدہ مختلف نوعیت کے معاملات میں کثیر فقہی مسائل کا اخذ و استنباط انہی قواعد کی مدد سے سہل و آسان ہو جاتا ہے۔ مقالہ ھذا میں تشبہ بالکفار کی وضاحت فقہی قواعد کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔

قواعد کا مفہوم

قواعد عربی زبان سے ماخوذ اسم قاعدہ کی جمع ہے اور قاعدہ کے معنی ضابطہ، اساس، اصول یا بنیاد کے آتے ہیں۔ قاعدہ سے مراد وہ شے یا عنصر یا رکن ہے جو کسی چیز کی بنیاد ہوا کرتا ہے۔[1] یعنی قاعدہ ایسا کلی معاملہ ہوتا ہے جس کا اطلاق اس کی تمام جزئیات پر کیا جاتا ہے۔ فقہاء کے نزدیک قاعدہ کے معنی قانون، اصول، کلیہ، ضابطہ، دستور وغیرہ کے آتے ہیں۔ علامہ حموی کے نزدیک قاعدہ ایسا اصول نہیں ہے کہ جو حکم کلی ہو بلکہ یہ حکم اکثری ہے جو اپنے احکام کی پہچان کیلئے اپنی اکثر جزئیات پر صادق آتا ہے۔[2] اس سے پتہ چلا کہ قاعدہ اپنی اصل کے اعتبار سے تمام جزئیات کا احاطہ کیے ہوتا ہے۔ اصول و قواعد کی مدد سے جزئیات کا سمجھنا آسان و سہل ہو جایا کرتا ہے۔ فقہی قواعد سے مراد ایسے قواعد کلیہ ہیں کہ جن کا اطلاق فقہی جزئیات پر ہوتا ہے۔ ان قواعد کی مدد سے جزئیات پر اطلاق اور احکام کا استخراج فقہاء کے لیے آسان ہو جایا کرتا ہے۔

تشبہ بالکفار سے متعلق اہم فقہی قواعد

فقہ کے تمام قواعد عمومی طور پر شریعت کے تمام گوشوں پر حاوی ہیں اور شریعت کے تمام مسائل ان کے تحت ذکر کیے جاتے ہیں۔ بہت سے قاعدے ایسے ہیں کہ ان کے تحت تشبہ کے مسائل بیان کیے جاسکتے ہیں لیکن تشبہ کے بارے میں کوئی ایسا قاعدہ نہیں ہے کہ جو بالخصوص صرف تشبہ سے ہی بحث کرتا ہو اور نہ ہی کسی فقیہہ نے ان قواعد کی مدد سے صرف اور صرف تشبہ کے مسائل بیان کیے ہیں لیکن انہوں نے تشبہ کے مسائل کو بیان کرتے وقت اپنا مدار قرآن و حدیث کے علاوہ ان قواعد کو بھی ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ایسے چند قاعدے یہاں بیان کیے جاتے ہیں جن سے استفادہ کر کے فقہاء نے تشبہ بالکفار کے مسائل کا استخراج و استنباط کیا ہے۔ اس ضمن میں اس بات کو بالخصوص مد نظر رکھا جائے گا کہ عمومی مسائل سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایسے مسائل سے بحث کی جائے کہ جن کا تعلق صرف اور صرف تشبہ سے ہے تاکہ اختصار ملحوظ خاطر رہ سکے۔

پہلا قاعدہ: (تشبہ کا مدار قصد و ارادہ پر ہے)

تشبہ بالکفار ایک مذموم و ناپسندیدہ عمل ہے لیکن اسے عمومی طور پر مذموم نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی کوئی ایک حکم تمام صورتوں کو صادق آسکتا ہے۔ اس لیے بھی کہ حکم کی بنا نیت پر ہے نیت کی وجہ سے یہ کبھی تو کفر یا حرام ہے تو کبھی مکروہ اور کبھی جائز بھی ہے کیوں کہ تشبہ بالکفار کے عمل میں ارادے و نیت کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ ان مسائل کا استخراج اس قاعدے سے کیا جاتا

ہے: الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا[3] امور اپنے مقاصد کے لحاظ سے دیکھے جائیں گے۔ یہ قاعدہ بڑا مشہور ہے قاضی حسین کہتے ہیں کہ اسلام کی اساس پانچ چیزوں پر ہے اور فقہ کی بنیاد بھی پانچ چیزوں پر ہے[4] اور یہ قاعدہ ان پانچ بنیادی قاعدوں میں سے ایک ہے جن پر فقہ کی اساس ہے اور اس سے شریعت کے اکثر مسائل اخذ کیے گئے ہیں۔ یہ قاعدہ جوامع الکلم ﷺ کی ایک معروف حدیث سے اخذ کیا گیا ہے جسے بہت سے محدثین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ**"[5] اعمال کا دار و مدار بے شک نیتوں پر ہے۔ امام شافعي، امام أحمد بن حنبل، ابن مهدي، ابن المديني، أبو داود اور دارقطني وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی کے افعال تین اقسام میں منقسم ہیں قلبی، لسانی اور افعال جوارح۔ چنانچہ انسانی افعال کے لحاظ سے علم کی بھی تین اقسام ہیں اور یہ قاعدہ شریعت کے ایک تہائی مسائل سے بحث کرتا ہے یا امام ابو داؤد ابن مہدی اور ابن المدینی کے بقول شریعت کے ایک چوتھائی مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔[6] چنانچہ تشبہ کے اکثر مسائل بھی اس قاعدہ کے تحت آتے ہیں اس لیے بھی کہ تشبہ میں قصد، نیت اور ارادے کا اعتبار کیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے: "فَإِنَّ التَّشَبُّهَ بِهِمْ لَا يُكْرَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ، بَلْ فِي الْمَذْمُومِ وَفِيمَا يُقْصَدُ بِهِ التَّشَبُّهُ"[7] پس ان (اہل کتاب) کے ساتھ تشبہ ہر کام میں ممنوع نہیں بلکہ وہی تشبہ مذموم ہے کہ جس میں تشبہ کا قصد کیا جائے۔ چنانچہ اگر تشبہ کا قصد اور ارادہ نہ پایا جائے تو مذموم نہ ہو گا پھر اس قصد و ارادے کی بھی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ ان کے کاموں کو اچھا اور پسندیدہ سمجھ کر کرتا ہے تو یہ صورت حرام ہے اور بعض صورتوں میں کفر ہے یہ مشابہت کفار کے ساتھ کفر، مبتدع کے ساتھ بدعت، گمراہوں کے ساتھ گمراہی، منافقوں کے ساتھ نفاق اور فاسقوں کے ساتھ فسق کا باعث ہے اور حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم انہی صورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ علامہ زین الدین بن ابراہیم نقل کرتے ہیں: "وَبِوَضْعِ قَلَنْسُوَةِ الْمَجُوسِيِّ عَلَى رَأْسِهِ عَلَى الصَّحِيحِ إِلَّا لِضَرُورَةِ دَفْعِ الْحَرِّ أَوْ الْبَرْدِ وَبِشَدِّ الزُّنَّارِ فِي وَسَطِهِ إِلَّا إِذَا فَعَلَ ذَلِكَ خَدِيعَةً فِي الْحَرْبِ وَطَلِيعَةً لِلْمُسْلِمِينَ"[8] اور اگر مجوس کی ٹوپی اپنے سر پر رکھی تو صحیح قول کے موافق اس کی تکفیر کی جائے گی الا آنکہ بہ ضرورت بغرض گرمی یا سردی دفع کرنے کے ایسا کیا ہو تو تکفیر نہ ہو گی۔ اور اگر اپنی کمر میں زنار باندھی تو بھی تکفیر کیا جائے گا لیکن اگر لڑائی میں مسلمانوں کے واسطے بھید لانے گیا اور زنار باندھ گیا تاکہ کافر لوگ دھوکا کھاویں تو تکفیر نہ کیا جائے گا۔ پہلی صورت میں اس وقت تکفیر نہیں کی جائے گی جب کہ اس کے پاس کوئی دوسری ٹوپی موجود نہیں کہ جس سے وہ موسمی شدت سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ اور مزید یہ کہ جب وہ مجوس کی ٹوپی پہنے تو مشابہت کی نیت بھی نہ کرے بلکہ اس سے دل میں کراہت اور گھن محسوس کرے۔ مسلمانوں کی بدعملی کی وجہ سے بہت سے کم علم لوگ کفار کے بہت سے کاموں کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ایسا امر بھی بعض صورتوں میں اس شخص کو کفر کے گڑھے میں گرانے کے لیے کافی ہے۔ علامہ زین الدین بن ابراہیم ایک دوسرے مقام پر بحر الرائق میں نقل کرتے ہیں: "وَبِتَحْسِينِ أَمْرِ الْكُفَّارِ اتِّفَاقًا حَتَّى قَالُوا لَوْ قَالَ تَرْكُ الْكَلَامِ عِنْدَ أَكْلِ الطَّعَامِ مِنْ الْمَجُوسِيِّ حَسَنٌ أَوْ تَرْكُ الْمُضَاجَعَةِ حَالَةَ الْحَيْضِ مِنْهُمْ حَسَنٌ فَهُوَ كَافِرٌ"[9] اور اگر امر کفار کی تحسین کرتا ہے تو بالاتفاق تکفیر کیا جائے گا حتی کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ کھانے کے وقت مجوس کا خاموش رہنا کلام ترک کرنا اچھا ہے یا حالت حیض میں مجوسیوں کا عورت کے ساتھ نہ لیٹنا اچھا ہے تو وہ کافر ہے۔ علامہ حموی اپنی کتاب غمز العیون والبصائر میں لکھتے ہیں: "اتَّفَقَ مَشَايِخُنَا أَنَّ مَنْ رَأَى أَمْرَ الْكُفَّارِ حَسَنًا فَقَدْ كَفَرَ، حَتَّى قَالُوا فِي رَجُلٍ قَالَ: تَرْكَ الْكَلَامِ عِنْدَ أَكْلِ الطَّعَامِ حَسَنٌ مِنْ الْمَجُوسِ، أَوْ تَرْكُ الْمُضَاجَعَةِ عِنْدَهُمْ حَالَ الْحَيْضِ حَسَنٌ فَهُوَ كَافِرٌ"[10] ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ کافر ہو گیا انھوں نے یہاں تک شدت اختیار فرمائی کہ اگر کسی شخص نے (آتش پرستوں کے

بارے میں کہا کہ ان کا کھانے کے وقت خاموش رہنا اچھی بات ہے اور اسی طرح ایام ماہواری میں عورت کے پاس نہ لیٹنا عمدہ بات ہے تو وہ کافر ہے۔یعنی اہل کفر کی بات کو بھی اچھا کہنا یا سمجھنا خالص اسلام میں موجب کفر ہے۔ حتی کہ اگر کسی نے زُنّار بھی نہیں کوئی رسّی کا ٹکڑا کمر سے باندھا کسی نے کہا یہ کیا ہے، کہا زُنار، کافر ہو جائے گا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کسی عورت نے اپنی کمر میں کوئی رسی باندھی (تو اس سے پوچھا گیا یہ کیا ہے؟) اس نے جواب دیا یہ زنّار ہے تو وہ کافرہ ہو جائے گی۔[11] علامہ ابن نجیم الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں: "وَكَذَا لَوْ تَزَنَّرَ بِزُنَّارِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارِي دَخَلَ كَنِيسَتَهُمْ أَوْ لَمْ يَدْخُلْ"[12] اور اسی طرح حکم کفر ہے اگر کسی نے یہودیوں یا عیسائیوں کا زنار گلے میں باندھا خواہ گرجے میں جائے یا نہ جائے۔ مجد الدین أبو الفضل عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلي الحنفي لکھتے ہیں: "فَإِنَّ مَنْ سَجَدَ لِصَنَمٍ أَوْ تَزَيَّا بِزُنَّارٍ أَوْ لَبِسَ قَلَنْسُوَةَ الْمَجُوسِ يُحْكَمُ بِكُفْرِهِ" [13] پس اگر بت کو سجدہ کیا یا زنار باندھی یا مجوس کی ٹوپی اوڑھی تو کفر کا حکم دیا جائے گا۔

دوم: کسی غرض یا ضرورت کی وجہ سے اگر تشبہ بالکفار کو اختیار کرتا ہے تو ایسی صورت میں غرض اور ضرورت کو مد نظر رکھا جائے گا اگر ضرورت غالب ہو تو ایسی صورت کفر تو کیا منع بھی نہ ہو گی مولانا احمد رضا خان فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: "صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برہانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفار یورپ نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتش تعصب کو بجھا دیا۔"[14] مولانا مفتی محمود احمد گنگوہی بھی اس موقف کے قائل ہیں کہ اگر کوئی صحیح ضرورت شرعی یا دنیوی مثلاً سراغ رسانی یا جاسوسی وغیرہ کی وجہ سے کافروں کی ہیئت اختیار کرنی پڑ جائے اور چاہے صلیب یا زنار ہی کیوں نہ پہن لے تو اس کی فقہاء نے اجازت دی ہے جب کہ دل میں اس سے کراہت ہو۔[15] مولانا غلام جیلانی میر ٹھی لکھتے ہیں کہ سید غلام قطب الدین برہمچاری بڑے زبردست عالم دین تھے آپ کو مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے شرف تلمذ تھا۔ انہوں نے ہنود کا رد کرنے کے لیے بنارس کے ایک مندر میں ہندوانی روپ اختیار کر کے سنسکرت زبان سیکھی تھی اور ہندو دھرم سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد میدان تبلیغ میں اتر آئے۔ آریہ مذہب کا رد کیا کرتے تھے اور سینکڑوں مشرکین کو مشرف بہ اسلام کیا۔[16]

اوپر گزر چکا ہے کہ اگر اپنی کمر کے ارد گرد زنار باندھی (تو کفر ہے) لیکن اگر جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے یا اسلامی لشکر کے لیے (دشمن) کے حالات معلوم کرنے کے لیے ایسا کیا (تو کفر نہیں) ہے یونہی مجوس کی ٹوپی اگر ضرورتاً گرمی یا سردی کی وجہ سے اوڑھی تو یہ بھی کفر نہیں ہے۔

سوم: نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یا یوہیں بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا تو حرام و ممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علماء نے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہزل کرنے والے نے اگر ازراہ استخفاف واستہزاء وہزل کے کلمہ کفر کہا تو سب کے نزدیک کفر ہو گا۔[17]

چہارم: اس کا قصد تو تشبہ کا نہیں ہے لیکن وہ اشیا کفار کا شعار ہیں تو علماء نے بچنے کا حکم دیا ہے اور ارتکاب کو گناہ قرار دیا ہے لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے داڑھی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ ولہذا علماء نے فسّاق کی وضع کے کپڑے

موزے سے ممانعت فرمائی[18]۔ یونہی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی شخص خطا سے کلمہ کفر بولے مثلا اس کا ارادہ تھا کہ ایسا لفظ بولے جو کفر نہیں ہے پھر اس کی زبان خطا کر گئی اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل گیا تو سب کے نزدیک یہ کفر نہ ہو گا۔[19]

پنجم: نہ مشابہت کا ارادہ ہے اور نہ ہی وہ کام کفار کا شعار ہو تو ایسا کام کرنا نہ ہی ممنوع ہے اور نہ ہی گناہ ہے چنانچہ دور حاضر میں بہت سے امور جو مسلمانوں میں رواج پا چکے ہیں اور مسلمان انہیں رسم و رواج یا عموم بلوی کی وجہ سے سر انجام دے رہے ہوں تو ان کی اجازت دی جائے گی اس کی مثال میز کرسی پر کھانا، انگریزی ٹوپی یا دھوتی وغیرہ ہیں۔

ششم: اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کام کفار کے کاموں میں سے ہے چنانچہ اگر ایسا کام کفار کے شعار میں سے ہو تو اسے اس کام سے روکا جائے گا اور شعار میں سے نہ ہو تو ناپسندیدہ تو ضرور قرار دیا جائے گا اور مستقبل میں اسے اس کام کرنے سے روکا جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ نہ ہے اس لیے کہ نہ تو اس کی نیت مشابہت کی تھی اور نہ ہی اسے معلوم تھا۔

دوسرا قاعدہ: (تنگی کی صورت میں تشبہ کا حکم)

جب کسی امر کے سلسلے میں فاعل کو حرج، تنگی یا تکلیف لاحق ہو تو اس امر کو تشبہ بالکفار میں سے شمار نہیں کیا جائے گا اس کی نظیر یہ قاعدہ ہے: "الْمَشَقَّةُ تَجْلُبُ التَّيْسِيرَ" [20]مشقت آسانی لاتی ہے۔ اس قاعدے کا شمار بھی شریعت کے پانچ بنیادی قواعد میں سے کیا جاتا ہے اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ مشکل آسانی و سہولت لانے کا سبب بن جاتی ہے اور تکلیف و حرج کے موقع پر آسودگی و نرمی پیدا کر دی جاتی ہے چونکہ مشقت میں حرج واقع ہوتا ہے اور شریعت اسلامی نے مکلف پر سے حرج کو ختم کر دیا ہے علامہ ابن نجیم کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کی اصل قران پاک کی یہ آیت ہے: "يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" [21]خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور دوسری آیت یہ ہے: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" [22]اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔ اور ابن نجیم کے بقول رسول پاک ﷺ کا یہ ارشاد گرامی قدر ہے: "أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ" [23]اللہ کو سب سے پیارا دین حنیفہ ہے جو کہ آسان دین ہے۔ علامہ ابن نجیم کہتے ہیں: "قَالَ الْعُلَمَاءُ : يَتَخَرَّجُ عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ جَمِيعُ رُخَصِ الشَّرْعِ وَتَخْفِيفَاتِهِ" [24]علما نے اس قاعدے کی مدد سے ہی شریعت میں بہت سی رعایتوں اور رخصتوں کا اخراج کیا ہے۔

علامہ محمد خالد اتاسی شرح المجلہ میں اس کی نظیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی مثال خارش کا مریض ہے کہ اسے عذر کی بنا پر ریشمی لباس استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی لیکن جیسے ہی خارش کا مرض دور ہو جائے تو ممانعت کا حکم پھر لوٹ آئے گا اس لیے کہ جو امر کسی عذر کی بنا پر جائز قرار دیا گیا ہو وہ عذر کے زائل ہونے پر جائز نہ رہے گا۔[25] ریشمی لباس اگرچہ مرد کے لیے جائز نہیں ہے لیکن عذر کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا گیا ہے چنانچہ وہ امور جن میں کوئی عذر لاحق ہو گا وہ امور بھی جواز کے دائرے میں داخل ہوں گے اس کی مثال ملازمت پیشہ افراد یا طلباء وغیرہ جن کے لیے کوئی خاص قسم کا یونیفارم مقرر ہے ان کے لیے پتلون، کوٹ، ٹائی وغیرہ کا پہننا بھی جائز ہے۔ اس لیے بھی کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ امر الامام يصير المباح واجبا[26] یعنی حکمران کا حکم مباح کو واجب کر دیتا ہے۔ اس قاعدے سے بھی یہ جائز ٹھہرتے ہیں۔

تیسرا قاعدہ: (ضرورت کی وجہ سے تشبہ کا حکم)

انسان کو اپنی روز مرہ زندگی میں بہت سے ایسے امور بھی سر انجام دیتے پڑتے ہیں جن کو اختیار کرنے کے لیے اسے ضرورت و حاجت آمادہ کرتی ہے اور بعض ایسے ناگوار افعال بھی کرنے پڑتے ہیں جن کو کرنے پر انسان کا دل آمادہ نہیں ہوتا لیکن کوئی عذر انہیں کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان امور پر بھی تشبہ کا اطلاق نہیں ہو گا۔ اس کی دلیل یہ قاعدہ ہے: "الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ" [27]ضرورتیں ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔ قران پاک میں کئی مقامات پر شدید ضرورت اور اضطرار کی

حالت میں ممنوع کام کرنے، کلمہ کفر کہہ لینے یا ممنوع شے کھا لینے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ دل ایمان پر مستقیم ہو اور بندہ اس فعل سے کراہت بھی محسوس کر رہا ہو۔ اس قاعدے کی اصل قران پاک کی یہ آیت مبارکہ ہے: "وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ" [28] حالانکہ جو چیز اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کرکے بیان کر دی ہیں (بیشک ان کو نہیں کھانا چاہئے) مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے) لیے ناچار ہو جاؤ۔ ملا نظام الدین فتاوی ہندیہ میں نقل کرتے ہیں کہ اگر کسی پر اکراہ کیا گیا کہ اس صلیب کی طرف نماز پڑھے پس اس نے صلیب کے رخ نماز پڑھی لیکن دل میں اللہ کی عبادت کی نیت تھی تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ [29] حالانکہ یہ فعل کفر ہے لیکن چونکہ اس نے بامر مجبوری اس فعل کا ارتکاب کیا ہے اس لیے اس عمل کو کفر قرار نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح جو امور کوئی مسلمان کسی عذر، اکراہ یا مجبوری کی وجہ سے سرانجام دیتا ہے ان پر تشبہ کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔

چوتھا قاعدہ: (تشبہ محمود و تشبہ مذموم)

عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ تشبہ مذموم و ناپسندیدہ اور گناہ ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے بلکہ تشبہ کی دو بڑی اقسام ہیں:

1۔ تشبہ محمود

2۔ تشبہ مذموم

تشبہ کو محمود یا مذموم قرار دیئے جانے کا انحصار اس امر پر ہے کہ فاعل کس نیت سے اس فعل کو سرانجام دیتا ہے۔ یہ اقسام اس قاعدے سے ماخوذ کی جا سکتی ہیں: لَا ثَوَابَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ [30] نیت کے بنا ثواب نہیں ملتا۔ لغت میں نیت کا معنی ہے کسی چیز کا دل سے عزم و ارادہ کر لینا، اصطلاح میں اس سے مراد ہے کوئی کام کرنے میں اللہ تعالی کا قرب اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا ارادہ کرنا۔ ثواب کے حصول کے لیے نیت شرط ہے اس پر اجماع ہے [31]۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیت سے بھی استدلال کیا گیا ہے: "وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ" [32] اور ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔ تشبہ محمود بھی ہے اور مقصود بھی اور مذموم بھی ہے اور ممنوع و مردود بھی چنانچہ تشبہ محمود کی صورت میں ثواب اسی وقت مل سکتا ہے کہ جب وہ حصول ثواب کی نیت سے اللہ کے نبی ﷺ کی یا انبیا علیھم السلام کی یا صحابہ و سلف صالحین کی مشابہت کو اختیار کرے اور اسی طرح اگر دل میں کفار سے مشابہت کا ارادہ نہ ہو لیکن اتفاقاً ان سے مشابہت ہو جائے تو ایسی مشابہت مذموم و ناپسندیدہ تو ہے لیکن گناہ نہیں اس لیے کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ: وَلَا عِقَابَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ [33]۔ یعنی ملامت (گناہ) نہیں ہے مگر نیت کے ساتھ۔ اور نیت کے ساتھ کفار کے ساتھ مشابہت گناہ ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ: "ہشام نے نوادر میں فرمایا میں نے امام ابو یوسف کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا جن کے چاروں طرف لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، میں نے عرض کی، کیا آپ اس لوہے سے کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کی لیکن سفیان اور ثور بن یزید تو انہیں پسند نہیں فرماتے کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا رسول اللہ ﷺ ایسے جوتے پہنتے تھے جن کے بال ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی عیسائی راہبوں کا لباس تھا۔" [34]

پانچواں قاعدہ: (عرف و عادت کے بدلنے سے تشبہ کا حکم)

عرف و عادت شریعت اسلامیہ کے ماخذات میں سے ہے۔ اور عرف و عادت بدلنے کی وجہ سے کوئی ممنوع امر جواز کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے یا جائز امر ممنوع قرار پاتا ہے یہ امر مندرجہ ذیل قاعدے سے اخذ کیا جاتا ہے: اَلْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ [35] عادت بھی حکم کی اساس ہو سکتی ہے۔ اس قاعدہ کی بنیاد اس حدیث پر ہے: "مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ" [36] جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ کچھ افراد کا یہ گمان ہے کہ یہ سرکار ﷺ کا فرمان ہے لیکن

علامہ زین الدین مصری نے علامہ علائی کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے بہت تحقیق و تدقیق کی لیکن باوصف تلاش بسیار کے کوئی ضعیف سے ضعیف سند بھی اس بات کی نہیں ڈھونڈ سکا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ہاں ایک روایت میں امام احمد بن حنبل نے اپنی المسند میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول قرار دیا ہے۔[37] شریعت میں اکثر مسائل کی بنیاد عرف و عادت پر ہے اور عرف وعادت کو شریعت کا ایک ماخذ بھی قرار دیا گیا ہے چنانچہ تشبہ کے اکثر مسائل میں بھی عرف وعادت کا کو حجت مانا جاتا ہے اگر ایک شے کفار کی عادت یا عرف میں سے ہو تو اس کو ممنوع قرار دیا جائے گا اور یہی شے جب مسلمانوں میں قرار پکڑ لے اور شائع عام ہو جائے تو اسے جائز قرار دیا جائے گا۔ اس کی مثال یہود کی وہ مخصوص چادر ہے جو کبھی یہود کا شعار تھی لیکن اب یہود اسے استعمال نہیں کرتے چنانچہ اب اس کا حکم بھی بدل جائے گا علامہ قسطلانی نقل کرتے ہیں:"وأما ما ذكره ابن القيم من قصة اليهود، فقال الحافظ ابن حجر: إنما يصلح الاستدلال به في الوقت الذي تكون الطيالسة من شعارهم، وقد ارتفع ذلك في هذه الأزمنة فصار ذلك داخلا في عموم المباح، وقد ذكره ابن عبد السلام في أمثلة البدعة المباحة" [38] رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جبکہ مذکورہ چادر اُن کا (مذہبی) شعار ہوا کرتی تھی لیکن اس دَور میں یہ چیز ختم ہو رہی ہے لہٰذا اب یہ عموم مباح میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عبد السلام نے اس کو بدعت مباح کی مثالوں میں ذکر فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ پتلون، کوٹ، شرٹ، ہیٹ اور دھوتی وغیرہ اس کی مثالیں ہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی عام ہیں اور کفار کا شعار بھی نہیں ہیں اس لیے انہیں ناجائز قرار نہیں دیا جائے گا۔

چھٹا قاعدہ: (تشبہ اور امور جدیدہ)

عصر حاضر میں ہر روز ایک نیا امر پیش آرہا ہوتا ہے اور ان کی کوئی نظیر یا مثال شریعت اسلامیہ میں موجود نہیں ہوتی۔ ان امور کو صرف اس بنا پر ناجائز قرار نہیں دیا جائے گا کہ اس کی نظیر شریعت میں موجود نہیں ہے بلکہ وہ امور جائز قرار پائیں گے جب تک کہ ان کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو اس کی مثال یہ قاعدہ ہے:"الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ حَتَّى يَدُلَّ الدَّلِيلُ عَلَى التَّحْرِيمِ" [39] اشیا میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں جب تک کہ کوئی دلیل ان کے حرام ہونے پر دلالت نہ کرے۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مذہب ہے امام اعظم ابو حنیفہ سے اس بارے میں جو بات منسوب ہے وہ یہ ہے کہ اشیا میں اصل یہ ہے کہ وہ حرام ہیں جب تک کہ ان کے مباح ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو۔[40] اس قاعدے کی رو سے وہ تمام اشیا کہ جن کے بارے میں شریعت خاموش ہو جائز ٹھہرتی ہیں اس لیے کہ شارع کا کوئی حکم ان کی ممانعت کے بارے میں نہ آنا ہی ان کی حلت یا اباحت کی دلیل کے لیے کافی ہے شوافع کے نزدیک اس قاعدہ کی اصل یہ حدیث مبارکہ ہے:"ما أحل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئا" [41] اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں جو چیز حلال کر دی وہ حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس سے متعلق خاموشی اختیار فرمائی وہ قابل معافی ہے پس اللہ تعالی کی طرف سے آسانیاں قبول کرو کیونکہ اللہ تعالی کسی شے کو بھولنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ کفار کی وہ مشابہت جس کے بارے میں کوئی حکم نہ ہو اور نہ ہی وہ مذموم ہو اور نہ ان کے مذہب کا شعار ہو تو ایسی مشابہت اس قاعدہ کی رو سے ممنوع قرار نہیں پائے گی اس لیے کہ اس کے حرام و ناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ امام شافعی کے نزدیک ہے۔ کچھ روایات ایسی ملتی ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احناف بھی اس قاعدے کے قائل تھے چنانچہ قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان البرمکی الاربلی الشافعی امام ابو یوسف کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علماء کے لباس کو اس ہیئت میں بدلا جس پر وہ اس زمانے میں ہیں اس سے پہلے لوگوں کا ایک ہی لباس تھا کوئی شخص

دوسرے سے اپنے لباس کے ذریعے ممتاز نہ تھا۔[42] مولانا شبلی نعمانی امام ابو یوسف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اس قسم کی ٹوپی جو اہل دربار و امراء کے ساتھ مخصوص تھی کبھی کبھی استعمال کر لیں[43]۔ اس لیے کہ اس کی ممانعت وارد نہیں اور جس کی ممانعت وارد نہ ہو وہ امر مباح ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ اسلاف اس کو ناپسند کرتے تھے لیکن چونکہ اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ بیان جواز کے لیے ایسی ٹوپی اوڑھ لیتے ہوں۔ فی زمانہ تشبہ بالکفار سے متعلق جو جدید امور مسلمانوں کو پیش آرہے ہیں ان کو اسی صورت میں ناجائز قرار دیا جائے گا جب ان کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل موجود ہو ورنہ وہ امور صرف تشبہ کی وجہ سے ناجائز قرار نہیں دیئے جائیں گے۔

ساتواں قاعدہ: (مفاسد اور مصالح کا تعارض)

انسانی زندگی میں بعض اوقات ایسی صورت حال بھی درپیش آتی ہے کہ جو بیک وقت فائدے اور نقصان کو لیے ہوتی ہے ایسی صورت حال میں ہر سمجھدار شخص نقصان سے بچنے کو ترجیح دیتا ہے چنانچہ تشبہ بالکفار کو اختیار کرنے سے اگر کچھ فائدہ حاصل ہو رہا ہو اور اس کی وجہ سے کچھ قلیل مفاسد بھی درپیش ہوں تو تشبہ بالکفار کو اختیار کرنے سے اجتناب کیا جائے گا۔ اس کی نظیر یہ قاعدہ ہے: "دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ" [44] فاسد کو دور کرنا حصول منفعت پر مقدم ہے۔ مفاسد کے پھیلنے کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ ایک بار جب کوئی برائی اور مفسدہ پھیلتا ہے تو وہ آندھی اور جنگل کی آگ بلکہ کسی وباء کی طرح تیزی سے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اس کے برعکس مثبت فوائد دیر میں حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ برائی کو اس کے آغاز میں ہی دبا دیا جائے، چاہے اس کے نتیجہ میں بعض فوائد اور منافع سے ہی محروم ہونا پڑ جائے یا ان کے حصول میں تاخیر برداشت کرنی پڑے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نواہی اور منکرات سے بچنے پر جتنا زور دیا ہے، وہ اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے جتنا اس نے اوامر و معروفات کے کرنے پر دیا ہے۔[45] اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ جب مفاسد اور مصالح میں تعارض واقع ہو تو مفاسد کے ترک کو ترجیح دی جائے گی۔[46]

شاید یہی وجہ تھی اور انہی مفاسد کو دور کرنے اور برائی کو اس کے ابتدا میں ہی دفن کرنے کا جذبہ تھا کہ متاخرین فقہائے حنفیہ نے تشبہ بالکفار کے اختیار کرنے پر کفر کے فتوے دیئے جو کہ متقدمین نے نہیں دیئے تھے شاید اس لیے کہ اس وقت اسلام میں اتنا عجمی اثر نہ ہوا تھا اور متقدمین کا زمانہ بھی خیر القرون کے قریب تر تھا اور اسلاف کفار کے ساتھ مشابہت کو بہت زیادہ ناپسند کرتے تھے بخلاف اس کے کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا اتباع سنت کا جذبہ سرد پڑتا گیا اور مشابہت کفار کا بخار بڑھتا گیا چنانچہ جب متاخرین نے سنت سے اعراض دیکھا تو انہوں نے اس امر پر سختی کی اور جہاں ضروری سمجھا تو مشابہت کفار کی شدت کے پیش نظر وہاں کفر کے فتوے دیئے اور اس میں بھی انہوں نے متقدمین کا خلاف نہیں کیا بلکہ انہی کے اصولوں کی روشنی میں ہی کفر کے مسائل بیان کیے جن میں سے کچھ اوپر بیان ہو چکے ہیں چنانچہ اسی سے ہی علامہ شبلی نعمانی کے اس اعتراض کا جواب نکل آیا جو انہوں نے متاخرین پر کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ: "بہت سے ظاہر بینوں نے ان حدیثوں کا یہ رتبہ قائم کیا کہ ان کی بنا پر بات بات پر کفر کے فتوے دیئے، یہاں تک کہ جو شخص وضع قطع میں ذرا بھی کسی دوسرے کے مشابہ ہو جائے وہ کافر ہے خود متاخرین حنفیہ نے امام صاحب کے اس عمدہ اصول کو نظر انداز کر دیا اور سینکڑوں ہزاروں مسئلے کفر کے ایجاد کر دیئے جن کی تفصیل سے کتب فقہ مالا مال ہیں۔"[47]

خلاصہ بحث

متذکرہ بالا بحث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ فقہی قواعد براہ راست اگرچہ تشبہ بالکفار سے متعلق نہیں ہیں لیکن چونکہ ان کی حیثیت اساس اور بنیاد کی سی ہے اور ان کی مدد سے جزئیات کا استخراج کیا جاتا ہے۔ اس لیے ان کا انطباق و اطلاق تشبہ بالکفار کے مسئلے پر

بھی ہوتا ہے۔ فقہانے تشبہ بالکفار سے متعلق کثیر فقہی جزئیات انھی فقہی قواعد سے اخذ کیے ہیں۔ مزید یہ کہ تشبہ بالکفار فقہا کے نزدیک مختلف صورتیں رکھتا ہے۔ فقہانے کبھی اسے کفر، حرام، مکروہ یا سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ جواز کی صورت میں بھی تشبہ بالکفار کو پسند نہیں کیا۔ اس لیے ممکنہ صورت میں اس سے اجتناب و اعراض کیا جائے۔ عصر حاضر میں بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی تہذیب و ثقافت کو اپنائیں اور مسلم تہذیب و ثقافت پر عمل کرنا ہی پسند کریں نہ کہ غیروں کی تہذیب کے گن گائیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ متاخرین علمانے صرف ظاہری وضع قطع کی جن صورتوں کی وجہ سے مسلمانوں پر کفر کے فتوے کا اطلاق کیا ہے، ان کی حیثیت آج بدل چکی ہے۔ اور شعار و حکم وعادت کے بدلنے کی وجہ سے حکم کی بنا بھی بدل چکی ہے۔ بہت سے افعال و اعمال، عادات و رسوم اور لباس و پوشاک جن کے ناجائز و حرام ہونے پر شریعت اسلامیہ میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور وہ عام مسلمانوں میں قبول عام کی سند پا چکے ہیں انہیں صرف تشبہ بالکفار کی وجہ سے ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا، جیسے کہ کثیر علمانے اس کی صراحت کی ہے۔ عصر حاضر میں تمام تہذیبیں آپس میں گڈمڈ ہو چکی ہیں اور اب ایک نئی عالمی تہذیب وجود میں آچکی ہے چنانچہ اس بات کا ادراک کرنا ضروری ہے کہ اگر اسلامی تہذیب و شناخت کو برقرار رکھا جائے تو دیگر تہذیبوں کے مبنی بر حکمت افعال کو اپنانا ممنوع نہیں ہے۔

References

[1] Ibn Manzūr al-Afrīqī, *Lisān al-'Arab* (Beirūt: Dar Ṣādir, 1414 AH),1:239.
[2] Ahmad Ibn Muhammad Ḥamvi, *Ghamaz 'Ūyon-al-Bāṣāir* (Beirūt: Dār al Kutub al Ilmiyyah, 1405),1:51.
[3] Zain al-Dīn Ibn Ibrāhīm Ibn al-Nujaim Miṣrī, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir* (Beirūt: Dār al Kutub al Ilmiyyah, 1419),23.
[4] Tāj-al-Dīn Abd al-Wahāb al-Subkī, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir* (Beirūt: Dār al Kutub al Ilmiyyah, 1411),1:12.
[5] Muḥammad Ibn Ismā'īl Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirūt: Dār Tawq al-Najāt,1422), Ḥadīth no: 1.
[6] Al-Subkī, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 1:54.
[7] Muḥammad Amīn Ibn 'Ābidīn, *Al-Radd al-Mehtār* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1412), 1:624.
[8] Zain al-Dīn, *Al-Baḥr al-Rā''q* (Cairo: Dār al Kitāb al Islāmī), 5:133.
[9] Ibn al-Nujaim, *Al-Baḥr al-Rā''q,* 5:133.
[10] Ḥamvi, *Ghamaz 'Ūyon-al-Bāṣāir,* 2:203.
[11] Mulla Niẓām al-Dīn, *Fatāwa Hindīyah* (Lahore: Idārāh Nashrīyāt Islam,), 3:476.
[12] Ibn al-Nujaim, Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir, 160.
[13] Abdullah Ibn Maḥmood Ibn mawdūd al-Mawṣīlī, *Al-Ikhtiyār li T'alīl al-Mukhtār* (Cairo: Matb'a al-Ḥalbī, 1356), 4:150.
[14] Imām Ahmad Razā Khān Baralwī, *Fatāwa Radawiyyah* (Lahore: Razā Foundation, 1423), 24:530.
[15] Mahmood al-Ḥasan Gangohī, *Fatāwa Maḥmoodīyah* (Karachi: Kutub Khāna Mazharī Gulshan-e-Iqbāl, 1986), 5:161.
[16] Ghulam Jilani Meerthī, *Bashīr al-Qārī* (Karachi: Meer Muhammad Kutub Khāna Ārām Bagh,), 1:13.
[17] Niẓām al-Dīn, *Fatāwa Hindīyah,* 3:475.
[18] Al-Baralwī, *Fatāwa Raḍawiyya,* 24:532.
[19] Al-Baralwī, *Fatāwa Raḍawiyya,* 3:476.
[20] Ibn al-Nujaim, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 64.

[21] Al-Baqarah 2:185.
[22] Al-Hajj, 22:78.
[23] Aḥmad Ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad Ibn Ḥanbal* (Beirūt: Muassasah al-Risālah, 2001), Ḥadīth.no: 2107.
[24] Ibn al-Nujaim, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 64.
[25] Muhammad Khalid Atāsī, trans. Mufti Amjad al-'Alī, *Sharh al-Mujallah* (Islamabad: Islamic Research Institute IIUI, 1406), 79.
[26] Yaḥyā Ibn Sharf Navavī, *Fatawa Imām Navavī* (Dār Al-Bāshāir al-Islamiah li Tabā' wa al-Nashr wa al-Toūdhī', 1417), 63.
[27] Ibne Nujaim, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 73.
[28] Al-In'ām 6:119.
[29] Niẓām al-Dīn, *Fatāwa Hindīyah,* 3:475.
[30] Ibn al-Nujaim, *Al-Ashbāh-wa-al-Nāẓāir,* 17.
[31] Maḥmood Aḥmad Ghāzī, *Qawā'id-e-Kuliyah* (Islamabad: Shari'ah Academy International Islamic University, 2011), 2:56.
[32] Al-Bayyīnah 98:5.
[33] Ḥamvi, *Ghamaz 'Ūyon-al-Bāṣāir,* 1:52.
[34] Niẓām al-Dīn, *Fatāwa Hindīyah,* 9:52.
[35] Ibn al-Nujaim, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 79.
[36] Ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad,* Ḥadīth no: 3600.
[37] Ibn al-Nujaim, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 79.
[38] Shahāb al-Dīn Ahmad al-Qastallānī, *Al-Mawāhib al-Ladunniyah* (Cairo: Al-Maktaba al-Towfīqīyah), 2:202.
[39] Jalal al-Dīn Abd alRahmān Ibn Abī Bakr Al-Sayūtī, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir* (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah), 60.
[40] Al-Sayūtī, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 40.
[41] Abu Bakr Aḥmad Ibn 'Amr Bazzār, *Musnad al-Bazzār* (Madina: Maktaba al-'Ulūm wa al-Ḥikm, 1988), Ḥadīth no: 4087.
[42] Abul 'Abbās Aḥmad Ibn Muḥammad Ibn Ibrāhīm Ibn Khulkān, *Waffiyāt al-'Ayān* (Beirūt: Dār Ṣādir, 1900), 6:379.
[43] Shiblī No'mānī, *Imām A'ẓam* (Lahore: Sang-e-Mīl Publications,), 67.
[44] Ibn al-Nujaim, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 78.
[45] Ghāzī, *Qawā'id-e-Kuliyah,* 1:48.
[46] Ibn al-Nujaim, *Al-Ashbāh wa al-Nāẓāir,* 78.
[47] No'manī, *Imām A'ẓam,* 158.